Tauseeq, Volume. 4, Issue. 2
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v4i2.61

Received: 18-10-2023
Accepted: 13-11-2023
Published: 31-12-2023

# سجاد بابر کی شاعری میں علم بدیع کی ہنروارانہ کاوشیں

# Sajjad Babur's artistic endeavors of figurative languages in poetry

ڈاکٹر صدف عنبرین *

ڈاکٹر راحیلہ بی بی **

**Abstract:**
An in-depth study of Urdu literature in general and Urdu poetry in particular reveals the fact that Urdu literature and the science of rhetoric and rhapsody go hand in hand and especially the basis of beauty, delicacy and elegance of Urdu poetry Therefore, in the classical era of Urdu poetry, which is called the golden age of poetry, the importance of these rhetoric was very high. That is why that period is called the golden age of Urdu poetry; Sajjad Babar has used knowledge, rhetoric and innovation to ignite his poetry with great delicacy. Using metaphors, similes, allusions, and many other techniques, they meet the requirements of knowledge and rhetoric.

**Key words**: literature, rhetoric, prosody, golden era, metaphors

صوبہ سرحد کی سرزمین تخلیقی ادب کے لیے ہمیشہ سے سرسبز وشاداب رہی ہے۔اصناف سخن ہوں یا اصناف نثر،اس زرخیز زمین نے ادب کی فضا کو ہمیشہ ہرا بھرا رکھا ہے۔یہ ایک آفاقی حقیقت ہے کہ تخلیق اور تخلیق کار کے ذہنی فکری اور جمالیاتی روابط کا مضبوط احساس قلم کار کو ہی ہوتا ہے۔اسی لیے وہ جذبے اور احساس کی گہرائیوں اور رعنائیوں کو اپنے تجربے مشاہدے اور مطالعے کی روشنی میں پرکھتا ہے ۔اُس کی آنکھ جو مناظر دیکھتی ہے ان کی گہرائی اور گیرائی کو کوئی دوسرا مکمل طور پر محسوس نہیں کر سکتا۔اسی گلدستے کے ایک پھول کی حیثیت سے ستر کی دہائی میں شاعری کے آسمان پر اپنی انفرادیت کا احساس دلانے والے سجاد بابر جن کی شاعری ان کے محسوسات اور

* لیکچرر شہید بے نظیر بھٹو ویمن یونیورسٹی پشاور

** اسسٹنٹ پروفیسر شہید بے نظیر بھٹو ویمن یونیورسٹی پشاور

تجربات کا بڑا محتاط اور سنبھلا ہوا بیانیہ ہے۔ جن کے ہاں لفظوں کے انتخاب سے مصرعوں کی بنت تک سادہ روی ہر دم رواں ہے۔ وہ اپنی شاعری میں زبان وبیان کے علم کو استعمال کرتے ہوئے آشنا چیزوں کو اجنبی اور اجنبی چہروں کو آشنائی کا لباس پہناتے چلے جاتے ہیں رمزیت اور ایمائیت سے ان کی شاعری بھری پڑی ہے۔ روایت اور جدت کو نئے موضوعات سے باہم مربوط کر کے اپنے فن کو تخلیقی جذبے سے آشنا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے ہم عصر شعرا میں موضوعات اور خیالات کی تازہ بیانی کے حوالے سے منفرد مقام رکھتے ہیں۔

ان کی غزل روایت اور جدّت کے احساس سے مملو ہے۔ اُنھوں نے جہاں نئے موضوعات واسالیب سے شاعری کو ہم کنار کیا وہیں فنّی سطح پر بھی تخلیقی قوت عطا کی۔ اُن کی غزل علم بدیع کے حسن سے مزین ہونے کی بنا پر ندرتِ فن، تازہ بیانی اور تازہ خیالی کی حامل ہے۔

یوں تو اردو شاعری میں موضوعات کی وسعت طویل اور لامحدود ہے مگر علم بیان و بدیع کا استعمال شاعری میں شعوری، فکری، روایت پسندی اور جدت پسندی کی نئی پرتوں کو وا کرتا ہے۔ سجاد بابر ان پرتوں سے واقفیت رکھتے تھے اس لیے ان کی شاعری میں علم بیان کے ساتھ علم بدیع کی تمام کیفیات کا تنوع فراوانی سے پایا جاتا ہے۔ ان کی شاعری نہ صرف فکری اعتبار سے انفرادیت رکھتی ہے بلکہ فنی لحاظ سے بھی انھوں نے بت نئے تجربات کر کے اردو شاعری کا دامن وسیع کیا ہے۔ خاص طور پر علم بدیع میں اچھوتے جہات کے استعمال کی راہ ہموار کی۔

اردو ادب کا عموماً اور اردو شاعری کا خصوصاً بنظرِ عمیق مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ اردو ادب اور علمِ بدیع کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور خاص کر اُردو شعریات کے حسن، نزاکت اور لطافت کی بنیاد ہی علم بیان و بدیع پر ہے۔ اس لیے اُردو شاعری کے کلاسیکی عہد میں، جسے شاعری کا عہدِ زریں کہا جاتا ہے، ان علوم کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔ اس لیے تو اُس دور کو اُردو شاعری کا سنہری دور کہا جاتا ہے،۔ اُردو شاعری میں علمِ بیان کی بدولت ترکیبیں، استعارات، تشبیہات وغیرہ کا برمحل استعمال اس میں چار چاند لگاتا ہے، جب کہ علمِ بدیع زیادہ بے ساختہ اور فطری انداز کا تقاضا کرتا ہے، لیکن شاعری میں ان علوم کا بے جا، بے محل اور کثرتِ استعمال اُردو شاعری کو وہ بدصورت عورت بناتا ہے جس پر خواہ مخواہ زیورات لاد کر اسے اور بھی بھونڈا بنایا گیا ہو۔ یقیناً سجاد بابر اس ہنر سے آشنا تھے کہ محض تھوپا تھاپی کی بجائے لفظوں کے انتخاب اور نشست وبرخاست پر خصوصی توجہ دی جائے اسی لیے انھوں نے اپنے کلام کی شان بڑھانے کے لیے صنائع بدائع کا ہنرمندانہ استعمال کیا ہے۔

کوئی بھی تخلیق کار اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس نے جو بھی تحریر کیا وہ آخری یا حتمی ہے۔ مزید کی گنجائش ہمیشہ رہتی ہے۔ مگر دستیاب مواد میں سے جب قاری کو امید سے بڑھ کر بہت کچھ میسر آ جائے تو یہ بھی تخلیق کار کے درجہ کمال تک پہنچنے کی دلیل ہے۔ سجاد بابر کا کمال ملاحظہ ہو کہ انھوں نے صنعتِ تضاد کے استعمال سے شاعری میں معنوی اور لفظی خوبی کو کس قدر بہترین انداز میں برتا ہے۔

اب اندھیرا نہ اُجالا ہے مرے آنگن میں
چاند کس زینے سے اترا ہے مرے آنگن میں(1)
زندگی کا حسن دھوکا ہے مگر پھر حسن ہے
موت کی باتیں نہیں کرتے ہیں بیماروں کے ساتھ (2)

کلام میں اعداد کا بلا ترتیب یا ترتیب سے ذکر کرنا صنعت سیاق الاعداد کہلاتا ہے اردو شاعری میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا عدد(ایک)اک ہے جو غزل، نظم، قصیدہ، مرثیہ، مثنوی، شہر آشوب، ریختی، مزاحیہ شاعری غرض ہر طرح کی اصناف میں کہیں نہ کہیں ضرور استعمال ہوا ہے سجاد بابر نے بھی اِس صنعت کا التزام کیا ہے

جی میں ہے خواب اوڑھ کر سوؤں
ایک شب کو ہی اپنے گھر سوؤں (3)
اے صبح کے تارے کی ضیاء اوس کی ٹھنڈک
اک روز مری چھت پہ اتر شام سے پہلے(4)
بہار لمس ہی دیکھی نہ کوئی ہاؤ ہو برسوں
مسلط ہجر کا موسم ہی پایا چار سو برسوں (5)

ذو قافتین کے لغوی معنی "دو قافیوں "والا کے ہیں، علم بدیع کی اصطلاح میں ایک شعر میں ایک سے زیادہ قافیوں کا لانا صنعت ذو قافتین کہلاتی ہے۔ یہ صنعت، صنعت ترصیع سے ملتی جلتی ہے۔ صنعت ترصیع اور صنعت ذو قافتین میں فرق یہ ہے کہ ترصیع میں شعر کے تمام الفاظ یا زیادہ الفاظ ہم قافیہ ہوتے ہیں جبکہ صنعت ذو قافتین میں شاعر دو قافیوں کا استعمال کرتا ہے۔ سجاد بابر کے ہاں بھی ذو قافتین کا استعمال نظر آتا ہے۔

غم کے وفور کا سرور عکس گری خیال کی
اس نے پرکھ کے سونپ دی دربدری کمال کی (6)

دھیمی بارش کی لے میں احوال سناتے رہنا
اس کا ایک جھروکے میں پھر بال سکھاتے رہنا(7)

تنسیق الصفات حسن النسق ہے۔ اصطلاح میں کلام کسی چیز یا انسان کی صفات بیان کرنا۔ یہ صفات منفی بھی ہو سکتی ہیں اور مثبت بھی ہو سکتی ہیں، شرط یہ ہے کہ یہ صفات مسلسل بیان کی گئی ہوں۔ سجاد بابر نے بھی اپنی کچھ غزلوں میں اس صنعت کا استعمال کیا ہے۔

وہ تقدس کی بے داغ چادر کئے۔وہ دعاؤں سے لبریز مٹکی لیے
تیرے میرے سی کہتی ہوئیں مائیاں واپسی کا سفر اتنا آساں نہیں (8)
پربتوں پر شگوفہ صفت برف ہے، چار جانب بہاروں کی مہکار ہے
کچھ کہیں وادیوں کی وہ رعنائیاں واپسی کا سفر اتنا آساں نہیں(9)

تضمین کے لغوی معنی ہیں ذمہ دار بنانا، کفیل بنانا کے ہیں، اصطلاح میں شاعر اپنے کلام میں ایسے اشعار لکھے جن کا ایک مصرعہ شاعر کا اپنا ہو، اور دوسرا مصرعہ کسی دوسرے شاعر کا ہو اس صنعت کی اہم پہچان یہ ہے کہ شاعر وہ مصرعہ جو اس نے کسی دوسرے شاعر کا استعمال کیا ہے واوین میں لکھے گا یہ عمل کلام کو زیادہ پر اثر بنانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ سجاد بابر نے اپنی مطبوعہ شاعری میں محض ایک ہی بار تضمین کا استعمال کیا ہے۔ اس شعر کا دوسرا مصرعہ اردو کے نامور شاعر مرزا غالب کا ہے۔

آشناؤں کا رویہ آزمایا چاہیے
"بے درودیوار سا اک گھر بنایا چاہیے "(10)

صنعت مراۃ النظیر سے مراد کلام میں ایسے الفاظ استعمال کیے جائے، جن کے معنوں میں ایک دوسرے سے کوئی مناسبت موجود ہو لیکن یہ مناسبت تضاد و تقابل کی نہ ہو۔ مثلاً رات کے ذکر کے ساتھ تاریکی، شمع، چاند اور ستاروں وغیرہ کا ذکر کرنا۔ اس صنعت کو ابتلاف، تلفیق اور مواخات بھی کہتے ہیں سجاد بابر نے بھی اپنی فنی مہارت کا استعمال کرتے ہوئے اپنے کئی شعروں میں اس صنعت کا استعمال کیا ہے۔

مہک تو اڑتی ہے تتلیوں سی پلٹ کے دیکھے نہ اپنے مسکن
اسی نے کانٹوں سے ربط رکھا یہ زعم شاخِ گلاب تک ہے(11)
چھوڑ کر تن کا جزیرہ تتلیاں خوشبو کرن
چل پڑی تھیں پر انھیں زنجیر کرنا پڑ گیا(12)

تلمیح کے استعمال سے شعر کے معنوں میں وُسعت اور حسن پیدا ہوتا ہے۔ مطالعہ شعر کے بعد پورا واقعہ قاری کے ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے۔ یہ اردو شاعری میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی صنعت ہے۔ سجاد بابر نے بھی اس صنعت سے بخوبی استفادہ کرتے ہوئے تاریخ کے کئی دریچے وا کیے۔

سوچ سے گونج گونج اُٹھے، درد سے نور ہو گئے
اے مرے دل تیری قسم، صاحب طور ہو گئے (13)

ہم بھی تیشہ لیے فرہاد کے مسلک پہ چلے
یک بہ یک آ کے گریں سر پہ چٹانیں ساری (14)

ہم لوگ کہ کردار میں یوسف کی طرح تھے
پکڑے گئے ناکردہ گناہوں میں کئی بار (15)

سجاد بابر نہ صرف زندگی کے ہر رنگ سے آشنا ہیں بلکہ وہ اپنے اشعار میں بھی زندگی سے جڑے ہوئے مثبت اور مضبوط موضوعات کا کشادگی سے اظہار کرتے ہیں اور کسی بھی موضوع کو جہاں تک پھیلانا چاہیں پھیلا سکتے ہیں اور جب چاہیں سمیٹ لیتے ہیں دراصل یہ ہر اُس لکھاری کا انداز ہو سکتا ہے جس نے زندگی کے پرُخار راستوں سے گزر کا مقام و مرتبہ حاصل کیا۔ اس ضمن میں صنعت لف و نشر کی کئی مثالیں تخلیق کرتے جاتے ہیں۔

ابر، شجر، دھواں، کرن اس کے نئے نئے سخن
آج بھی پتلیوں میں ہے صبحِ مری وصال کی(16)
وہ سفیدے کے اونچے درختوں کے خم وہ دھنک رنگ چنچل گھٹاؤں کے رم
گرچہ توبہ شکن ہیں وہ انگڑائیاں واپسی کا سفر اتنا آساں نہیں(17)

صنعت تدبیج کو بھی طباق ہی کی ایک قسم سمجھا جاتا ہے۔ کلام میں رنگوں کا ذکر ایہام و کنایے کے پیرائے میں کرنا صنعت تدبیج کہلاتا ہے سجاد بابر نے اپنے ارد گرد کے ماحول کا شعوری ادراک رکھتے ہوئے اپنے کلام میں نئے شیڈز کا استعمال کیا اور شعروں کو صنعت تدبیج کے کئی اچھوتے رنگوں میں ڈھال کر اردو شاعری کے کینوس کو مزین کیا۔

تمام رات اسی کہر کے جزیرے پر
الجھ الجھ کے شعاعوں کے ہاتھ نیلے ہوئے(18)
ہوا میں کچھ تو گھُلا تھا کہ ہونٹ نیلے ہوئے
گلے لگاتے ہی تازہ گلاب پیلے ہوئے(19)

تصلیف تصلف سے ماخوذ ہے، جس کے لغوی معنی ہیں، ڈینگی مارنا، کلام کی اصطلاح میں جب شاعر شوخی بگھارے یا شاعرانہ تعلیٰ سے کام لے تو وہ صنعت تصلیف کہلائے گی۔ اردو شاعری میں میر و غالب کے ساتھ ساتھ کئی دیگر ایسے شعرا گذرے ہیں جنہیں اپنے کلام، شخصیت یا کردار پر بڑا ناز تھا سجاد بابر کا شمار بھی انہی شعراء میں کیا جا سکتا ہے۔

وہ جن کو سمجھتا ہے جواہر وہی پتھر
ہم پھینک کے آتے رہے راہوں میں کئی بار(20)
طلسمِ حرف نے ایسا حصار کھینچ دیا
جہاں بھی جست بھری کہکشاں پہ اترا ہوں(21)

**ترصیع** لفظی دروبست کا ہنر ہے اور بہت سے شعرا نے ترصیع لفظی کو اچھوتے اور دلفریب انداز میں برتا ہے۔ سجاد بابر کی شاعری میں بھی ترصیعِ لفظی کا عنصر اعلیٰ سطح پر دکھائی دیتا ہے اور اس کے استعمال سے ان کا کلام نئے رنگ و آہنگ کا حسین گلدستہ بن جاتا ہے رنگارنگ پھولوں کا ایسا گلدستہ کہ جو جس کے دل کو جتنا بھائے وہ اتنا اپنے ذہن و دل کو معطر کرے۔

**ترصیع** لفظی دروبست کا ہنر ہے، جس سے سجاد بابر کے کلام میں خوبصورت آہنگ پیدا ہوتا ہے۔

جلنے کے خدشات کے پیچھے پیچھے ہیں
کہنے کو برسات کے پیچھے پیچھے ہیں(22)
اناؤں کو معتبر نہ جانا
وباؤں کو معتبر نہ جانا (23)

سجاد بابر نے علم البیان بدیع کی کئی صنعتوں کا استعمال کر کے خود کو ایک منجھا ہوا شاعر ثابت کیا ہے۔ علم البیان و بدیع کے حوالے سے سجاد بابر نے اپنی شاعری میں رنگارنگی کی ایک ایسی دنیا تعمیر کی ہے جس کی خوشبو سے قاری کا ذہن معطر ہوتا ہے۔ ان کی شاعری صنائع بدائع کے حوالے سے ایک خوب صورت مثال ہے۔

**حوالہ جات**

1۔ سجاد بابر راہرو (لاہور: اساطیر پبلیکیشنز، 1989)ص82
2۔ ایضاً ص50
3۔ ایضاً ص130
4۔ سجاد بابر ، مراحل(پشاور: ترسیل انٹرپرائزز،1996 )ص16

5۔ایضاً ص27

6۔ایضاً ص11

7۔ایضاً ص33

8۔ایضاً ص30

9۔ایضاً ص29

10۔ایضاً ص101

11۔ ایضاً ص73

12۔سجاد بابر ،راہرو(لاہور :اساطیر پبلیکیشنز، 1989)ص14

13۔ ایضاً ص109

14۔سجاد بابر،مراحل (پشاور :ترسیل انٹر پرائزز،1996 )ص53

15۔سجاد بابر ،راہرو(لاہور :اساطیر پبلیکیشنز، 1989)ص107

16۔ سجاد بابر،مراحل (پشاور :ترسیل انٹر پرائزز،1996 ) ص12

17۔ایضاً ص30

18۔سجاد بابر ،راہرو(لاہور :اساطیر پبلیکیشنز، 1989)ص18

19۔ایضاً ص17

20۔ایضاً ص108

21۔سجاد بابر،مراحل (پشاور :ترسیل انٹر پرائزز،1996 ) ص38

22۔سجاد بابر ،راہرو(لاہور :اساطیر پبلیکیشنز، 1989)ص56

23۔ایضاً ص179

## References:

1. Sajad Baber " Rahroo" Asateer Publications Lahore ,1989,p# 82
2. Ibid p# 50
3. Ibid p# 130
4. Sajad Baber,"Marahil" Tarseel interprizes Peshawar,1996 p# 16
5. Ibid p# 27
6. Ibid p# 11
7. Ibid p# 33

8. Ibid p# 30
9. Ibid p# 29
10. Ibid p# 101
11. Ibid p# 73
12. Sajad Baber " Rahroo" Asateer Publications Lahore ,1989,p# 14
13. . Ibid p# 109
14. . Sajad Baber,"Marahil" Tarseel interprizes Peshawar,1996 p#53
15. Sajad Baber " Rahroo" Asateer Publications Lahore ,1989,107
16. Sajad Baber,"Marahil" Tarseel interprizes Peshawar,1996 p# 12
17. Ibid p# 30
18. Sajad Baber " Rahroo" Asateer Publications Lahore ,1989,p # 18
19. Ibid p# 17
20. Ibid p# 108
21. Sajad Baber,"Marahil" Tarseel interprizes Peshawar,1996 p# 38
22. Sajad Baber " Rahroo" Asateer Publications Lahore ,1989, p# 56
23. . Ibid p# 179